وَمَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ[1] کا ظہور ہوتا ہے۔

شعر تو دریں گم شود کہ توحید این بود[2] گم شدن گم کن کہ تفرید این بود

سالک اس مرتبہ میں سیر الی اللہ جو اس کا مقصد ہے اور سیر فی اللہ جس کا اس کو تصور ہے تمام کرکے مقصد اصلی حاصل کرکے تمام موجودات کی علت اپنے ظہور کو جانتا ہے یعنی وجود سالک بالکل فنا ہو جاتا ہے حضرت بایزید بسطامیؒ اسی مقام پر فرماتے ہیں کہ میں جبتک غائب تھا اسے ڈھونڈتا تھا اور اپنے کو پاتا تھا اس وقت تیس سال سے جب اپنی تلاش کرتا ہوں تو خدا کو پاتا ہوں اس مرتبے کی تجلی اگر سالک پر ایک بار بھی پڑ جائے تو ولی کامل ہو جائے مگر یہ مرتبہ بہت کم ظاہر ہوتا ہے بعض حضرات کے نزدیک ایک ہفتہ میں یا دو لمحہ یا ایک دن میں ایک دو لمحہ ظاہر ہوتا ہے تین دن یا کم زیادہ اور یہ عارف کی حالت پر مبنی ہے جیسی حالت ہوگی ویسی ہی فنائیت ہوگی ہر شخص اس کو نہیں سمجھ سکتا ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ جب سالک کو خدا اس مرتبہ فنا سے بقا دینا چاہتا ہے تو اپنے نور سے باقی رکھتا اس مرتبہ کو جمع الجمع کہتے ہیں اور یہ مقام بڑی حیرت کا ہے اور اسے آخری مقام کہتے ہیں ۔

فائدہ۔ بقا باللہ رجوع الی البدایت کا نام ہے یعنی بدایت میں مبتدی کی نظر مظاہر پر سطحی پڑتی ہے اور یہ مقام باعث بہت بڑی غلطی کا ہوتا ہے اور اپنی بیخودی اور تعینات کے فنا ہو جانے کے بعد پھر تعینات کی طرف رجوع کرتا ہے اس وقت سب سے پہلے ذات مطلق پر نظر پڑتی ہے اس کے بعد ذات مطلق کے نور سے تعینات مظاہر کو دیکھتا ہے اگرچہ تعین کے اعتبار سے دونوں مرتبے ایک ہی ہیں لیکن فرق ظاہر ہے تو عارف ہر حالت اور ہر وقت میں خدا کے وجود کا تصور کرتا ہے اور کوئی چیز اس کو خدا کے دیکھنے سے اور خدا کا دیکھنا اور دوسری چیزوں میں دیکھنے سے نہیں روکتا ہے کیونکہ عارف حقیقت انسانی تک جو کہ الوہیت ہے" پہونچ گیا۔ جس طرح الوہیت کے واسطے وجوب وامکان برابر ہیں اسی طرح عارف کے لئے حق خلقت حق سے کوئی حاجب نہیں۔ وَمَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ اور اس کو خلق معدوم محض اور خدا موجود مطلق معلوم ہوتا ہے اور خدا کے علم کے ذریعہ سے اپنے کو مطلق قید میں آیا ہوا تصور کرتا ہے اور قیود کی وجہ سے اپنے کو بندہ سمجھتا ہے۔ اور کہہ اٹھتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اس مرتبہ میں خدا کا خلیفہ

[1] جس نے مجھ کو دیکھا اس نے یقیناً خدا کو دیکھ لیا ہے ۱۲ شہید

[2] تم اپنے وجود کو خدا کے وجود میں فنا کر دو کیونکہ توحید کے معنی یہی ہیں پہلے فنا کو فنا کر دو کیونکہ تفرید یہی ہے ۱۲ شہید

ہوکر لوگوں کو اس تک پہونچا تا ہے اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہوجاتا ہے اس مقام کو برزخ البرازخ کہتے ہیں اور اس میں وجوب و امکان مساوی ہیں کسی کو کسی پر غلبہ نہیں مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ[۵۱] بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ اس مرتبہ پر پہونچ کر عارف عالم پر متصرف ہوجاتا ہے۔ اور سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ[۵۲] کا انکشاف ہوتا ہے اور وہ ذی اختیار ہوجاتا ہے اور خدا کی جس تجلی کو چاہتا ہے اپنے اوپر کرتا ہے اور جس صفت کے ساتھ چاہتا ہے متصف ہوکر اس کا اثر ظاہر کرسکتا ہے چونکہ اس میں خدا کے اوصاف پائے جاتے ہیں اور خدا کے اخلاق سے وہ مزین ہے اور اس نے جمال اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً[۵۳] کو دیکھا ہے اور نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہوگیا اس وجہ سے حال اس کے تابع ہوگیا ہے۔

قطعہ

ہیچ کس ایں درد را درماں نیافت[۵۴] ہیچ کس ایں راہ را پایاں نیافت

اے برادر بے نہایت درگہے ست ہرچہ بروی می رسی بروی ماست

فائدہ۔ سالک کو ذکر زبانی و دلی میں تنہائی اور مجمع میں باآواز اور بلا آواز رات دن مشغول رہنا چاہیئے تاکہ اپنے کو اور اپنے ذکر کو بالکل بھول جائے اور محو کردے انشاء اللہ ذاکر کے دل پر لا تعداد انوار و اسرار الٰہی جلوہ فرما ہوں گے اور ان انوار کی روشنی میں جمال کا لطف اور تجلّی حق حاصل ہوگی اور اپنے مقصد میں کامیابی ہوگی۔

فائدہ۔ مگر اس جگہ ہوشیار رہنا چاہیئے اور مراقبہ کرنا چاہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس نور کی طرف متوجہ ہوجائے جو مطلوب نہیں ہے اور لطف اٹھا کر خسارہ اٹھائے اور رشک معشوقیت سے جل جائے اگرچہ خدا کے انوار صرف جلالی نہیں ہیں جمالی بھی ہیں مگر حفظ مراتب ضروری ہے اور اچھے برے میں امتیاز کرنا چاہیئے ورنہ کفر اور زندیقیت کا ڈر ہے لہذا اچھے برے انوار کے علامات اور آثار جاننا چاہئیں۔

اچھے اور بُرے انوار آثار کی کیفیت

جب سالک کا دل خدا کا ذکر کرنے لگتا ہے اور ذکر تمام اعضاء میں سرایت کرجاتا ہے

---

[۵۱] جو دو دریا ایک دوسرے سے ملتے ہیں انکو ملا دیا ان کے بیچ میں ایک پردہ یعنی حد ہے جس سے تجاوز نہیں کرسکتے ہیں ۱۲ شہید
[۵۲] جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے اس کو تمہارے قبضہ اور تمہارے اختیار میں کردیا ۱۲ مولانا صبغت اللہ شہید [۵۳] خدا نے اپنی ظاہری اور پوشیدہ نعمتیں تم کو عنایت فرمائیں ۱۲ مولانا صبغت اللہ شہید [۵۴] اس مرض کی کوئی دوا نہیں ہے اس راستہ کی کوئی انتہا نہیں ہے اس درگاہ کی کوئی نہایت نہیں جس پر تم پہنچو اس پر رک نہ جاؤ یعنی خدا کے عشق کا کوئی علاج سوائے (باقی صفحہ ۳۸ پر)

کوئی خاص کام خدا نے نہیں دے رکھا۔ اقول یعنی اور مخلوقات کو خاص خاص عبادت میں لگایا ہے انسان کی عبادت بہت قسم کی ہے حتیٰ کہ بعض اوقات اس کے یے ایسے امور عبادت ہیں جو ظاہرا عبادت نہیں۔ جیسے سونا' استنجا کرنا' کھانا پینا' شہوت وغضب کے مقتضیات میں مشغول ہونا جبکہ حدود و اصول کے اندر ہوں۔

(۱۴) فرمایا کہ ایک روز دو آدمی آپس میں بحث کرتے تھے ایک کہتا تھا کہ حضرت شیخ معین الدین چشتیؒ حضرت غوث اعظم قدس سرہ سے افضل ہیں اور دوسرا حضرت غوث پاک کو شیخ پر فضیلت دیتا تھا میں نے کہا کہ ہم کو نہ چاہیے کہ بزرگوں کی ایک دوسرے پر فضیلت بیان کریں اگرچہ اللہ فرماتا ہے **فضلنا بعضھم علی بعض** جس سے معلوم ہوا کہ واقع میں تو تفاضل ہے لیکن ہم دیدۂ بصارت نہیں رکھتے اس واسطے مناسب شان ہمارے نہیں ہے کہ محض رائے سے ایسی جرأت کریں البتہ مرشد کو تمامی اس کے معاصرین پر فضیلت باعتبار محبت کے دنیا مضائقہ نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ باپ کی محبت چچا سے زیادہ ہوتی ہے اور اس میں آدمی معذور ہے اس نے یعنی قادری نے دلیل پیش کی کہ جس وقت حضرت غوث پاک نے **قدمی علی رقاب اولیاء اللہ** فرمایا تو حضرت معین الدین نے فرمایا **جل علی عینی** یہ ثبوت افضلیت حضرت غوث پاک کا ہے میں نے کہا کہ اس سے تو فضیلت حضرت معین الدین صاحب کی حضرت غوث پر ثابت ہو سکتی ہے نہ برخلاف اس کے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت غوث اس وقت مرتبہ الوہیت یعنی عروج میں تھے۔ اور حضرت شیخ مرتبہ عبدیت یعنی نزول میں اور ازول کا افضل ہونا عروج سے مسلم ہے۔

(۱۵) فرمایا کہ کلمہ **لا الہ الا اللہ** کے باعتبار مراتب مردان کے تین معنی ہیں **لا معبود لا مطلوب لا موجود الا اللہ** اور یہ سب مراتب سے اعلیٰ ہے۔

(۱۶) فرمایا کہ کفر مظہر ایمان ہے وبرعکس اس کے اگر کفر مخلوق نہ ہوتا کوئی ایمان کو کیونکہ جانتا۔ (حاشیہ) قولہ کوئی ایمان کو کیونکر جانتا اقول **لان الاشیاء تعرف**

permanently settled in Gangoh. Night and day he was occupied with dars, tadrees, iftâ and reforming those committed to Sulook. Numerous people acquired from Hadhrat benefits in both Uloom-e-Zâhiriyyah (academic knowledge of the Shariah) and Uloom-e-Bâtiniyyah (Tasawwuf).

A letter written by Hadhrat Gangohi (rahmatullah alayh) in reply to a letter by Hadhrat Hâji Sâhib (rahmatullah alayh) in which he requested information about the hâlât (spiritual and moral conditions) of Hadhrat Gangohi (rahmatullah alayh), is reproduced here verbatim:

"O my refuge of both worlds! You have requested information about the hâlât of this useless one. What can this non-entity present of his insignificant conditions in the presence of the Fountain of excellence and perfection? (This is a reference to Hadhrat Hâji Sâhib). By Allah! I am highly ashamed. I am nothing. But on account of Hadhrat's instruction, I am constrained to write something, Hadhrat Murshid! Regarding the condition (hâl) of Ilm-e-Zâhiri, in the period of approximately more than seven years since I have departed from your august presence, until this year, more than 200 have qualified in Hadith. The majority of them have initiated dars (the profession of imparting Deeni Knowledge) and they are active in the revival of the Sunnah. They have been responsible for the dissemination of the Deen. There is no greater honour than this honour if it is accorded Divine acceptance.

In a nutshell, the fruit of my presence in Hadhrat's service is that my heart is not concerned with either benefit or harm from anyone besides Allah Ta'ala. Wallah! Sometimes I am separated from my Mashâ-ikh, hence I am not concerned with the praise or criticism of anyone. I regard both the one who praises me and the one who criticize me to be distant from me.

I have developed a natural dislike for sin and a natural inclination for obedience. This effect is due solely to that relationship (nisbat) which has reached me from the spiritual effulgence of Hadhrat.

To say more will be disrespectful.

May Allah forgive that I be a liar, for I have written on the instruction of Hadhrat. In reality I am nothing. It is only Your shadow – only Your

existence. What am I? I am nothing. Only He is. You and me are shirk upon shirk. Astaghfirullah! Astaghfirullah! Astaghfirullah! Wala haula wala quwwata illa billah. Kindly absolve me from saying more.

Wasalâm. 1306 Hijri."

This letter of Hadhrat Gangohi (rahmatullah alayh) to his Shaikh and Murshid was in the year 1306 Hijri. Hadhrat passed away in 1323 Hijri. The lofty state of spiritual elevation which Hadhrat Gangohi (rahmatullah alayh) had reached in these seventeen years may be gauged from the formidable array of Ulama who were among his Mureedeen (disciples) and Majâzeen (Khulafa). Among thirty great names, the following are a few: Hadhrat Aqdas Maulana Khalil Ahmad Sahâranpûri (Muhâjir-e-Madani), Hadhrat Aqdas Shaikhul Hind Deobandi, Qutbul Atqiya Hadhrat Abdur Rahim Raipûri and Shaikhul Islam Hadhrat Madani (rahmatullah alayhim). A brief life-sketch of these personalities is given in *Tazkaratur Rashid.*

Hadhrat Aqdas Maulana Al-Hâj Muhammad Ilyâs (rahmatullah alayh), the founder of Tabligh Nizâmuddin is the khalifah of Hadhrat Sahâranpûri (rahmatullah alayh), the first among the khulafa of Hadhrat Gangohi (rahmatullah alayh).

The process of Ta'leem-e-Zâhiri and Bâtini continued by Hadhrat Aqdas Gangohi (rahmatullah alayh) until the end of 1313 Hijri. From the beginning of 1314 Hijri, the time which was allocated for Ilm-e-Zâhiri was also devoted for *Tasfiyah-e-Quloob,* (adornment of the hearts) and tazkiyah-e-Nufoos (purification of the nufoos) because he had lost his eyesight.

On Friday 8th Jamâdith Thâni 1323 Hijri, at the time of the Fajr Athân he bade farewell to this lowly material world. Among the favours of Allah Jalle-Shânuhu bestowed to Hadhrat, was the rank of *Shahâdat* as well. A very large and highly poisonous snake yearning to kiss the holy feet of Hadhrat, bit his foot during Tahajjud Salât. However, on account of Hadhrat's total *istighraaq* (absorption) in Salât, he remained unaware of the snake-bite. When Hadhrat set out for Fajr Salât in the early morning light, his khuddâm noticed his foot and trousers soaked in blood. It was only then that Hadhrat realised what had happened. He

اسی پر متفرع ہے نہ کہ تغائر کی نفی کہ دوسرا مصرعہ مثبت ہے تغائر کا لفظ بعد اس میں نص ہے ۱۲

(۲۲۱) جوانی میں خوف اور پیری میں رجا غالب ہونا چاہیے مولوی مظفر حسین صاحبؒ دعا میں اپنے موئے سفید کو وسیلہ کرتے تھے (حاشیہ) قولہ مولوی مظفر حسین صاحبؒ اقول یہ تفریع ہے غلبۂ رجاء پر ۱۲

(۲۲۲) فرمایا کہ **کل ذنب ذنب الاذنب العاشق کل دم دم الادم الشھید**۔

ملت عاشق ز ملتہا جداست عاشقاں را ملت و مذہب خداست

قال اللہ تعالی ماعلیک من حسابھم من شئی وما من حسابک علیھم من شئی بیخودی میں بعضے امور ظاہر اخلاف شرع سرزد ہو جاتے ہیں (حاشیہ) قولہ کل ذنب ذنب الاذنب الخ اقول وجہ استثناء بیخودی کا غلبہ ہے جو آگے مذکور ہے کراعی موسیٰ علیہ السلام تحقیق اس کی (ملفوظ ۶۹) کے حاشیہ میں گذری ہے ۱۲

(۲۲۳) ایک درویش کے بارے میں فرمایا کہ اُس کا حال مثل حال وزیر خادع کے ہے کہ مثنوی شریف میں قصہ اُس کا مذکور ہے

(۲۲۴) فرمایا کہ ایک موحد سے لوگوں نے کہا کہ اگر حلوا و غلیظ ایک ہیں تو دونوں کو کھاؤ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کو کھالیا پھر بصورت آدمی ہو کر حلوا کھایا اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے (حاشیہ) قولہ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کھالیا اقول اس معترض کی عبادت کے سبب اس تکلیف و تصرف کی ضرورت پڑی ورنہ جواب ظاہر کہ یہ اتحاد مرتبۂ حقیقت میں ہے نہ کہ احکام و آثار میں ۱۲

(۲۲۵) فرمایا کہ مجھ کو فخر ہے کہ تھانہ بھون میں ایسے ایسے عشاق گذرے ہیں کہ عشق میں اپنے سر دیدیئے ہیں جیسے مثنوی عاشق تھانہ بھون مشہور ہے (راقم) مولانا اشرف

زبان حق سے کہے گا۔
(حاشیہ) قولہ جو کچھ کہے گا اور زبان حق سے کہے گا اقول اور جو بدعات کے مرتکب ہیں وہ حقیقی صوفی ہی نہیں۔

(۳۶) فرمایا کہ نیت نماز کی اول سے آخر تک نزد حضرات صوفیہ کے ضروری ہے لیکن علماء وفضلاء نے غایت رحم سے بنظر سہولت فتویٰ صرف اول نماز میں نیت کا دیا ہے امید ارحم الرحمین سے ہے کہ قبول فرمائے۔ (حاشیہ) قولہ نزد حضرات صوفیہ کے ضروری ہے اقول یعنی حضور تام دائم شرط کمال صلاۃ ہے پس صوفیہ وعلماء میں حقیقی اختلاف نہیں۔

(۳۷) فرمایا کہ آیۂ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین علمائے ظاہر نے یقین سے موت مراد لی ہے لیکن نزدیک صوفیہ کے یقین کے تین مراتب ہیں علم الیقین عین الیقین اور سب سے بڑھ کر حق الیقین اور یہ ایسا مرتبہ ہے کہ جب آدمی مرتبہ موتوا قبل ان تموتوا پر پہنچتا ہے تب حاصل ہوتا ہے اور آدمی اپنے آپ میں نہیں رہتا اور اس رتبہ پر پہنچ کر تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاتی ہیں اور آیت میں ان کے مذاق پر بھی مرتبہ مراد ہے لیکن یہ حالت صرف لحہ دو لحہ رہتی ہے لیکن جن کو جامعیت میسر ہے وہ اس حالت میں بھی عبادت کو ترک نہیں کرتے ہیں کیونکہ عبادت تذلل ہے اور محبوب (خدا) کی محبوب ہے۔ (حاشیہ) قولہ یقین سے موت مراد لی ہے اقول اور تفسیر یہی ہے۔ قولہ نزدیک صوفیہ کے یقین کے تین مراتب ہیں اقول اور یہ تاویل بطور علم اعتبار کے ہے۔ منہ قولہ اور آدمی اپنے آپ میں نہیں رہتا۔ اقول یہ ماقبل کی تفسیر نہیں ہے بلکہ ایک قید زائد ہے اور ماقبل کے مغائر ۱۲ قولہ تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاتی ہے اقول کیونکہ شرط تکلیف ہوش وحواس کی درستی ہے ۱۲ منہ قولہ عبادت کو ترک نہیں ہیں اقولہ یعنی تھوڑا بھی افاقہ ہو گو وہ درجہ ایجاب تکلیف تک نہ ہو جیسے معتوہ بیہوش نہیں مگر مکلف نہیں ۱۲ منہ

فرمایا ایک اور بات بھی ایسی ہی ہے مثلاً امام حسین علیہ السلام امام حسن علیہ السلام امام جعفر صادق علیہ السلام کہتے ہیں مگر یہ کوئی نہیں کہتا کہ امام ابوبکر صدیق علیہ السلام امام عمر فاروق علیہ السلام حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ بھی امام کا لقب نہیں استعمال کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرات اہل بیت کے ساتھ اس کو مخصوص سمجھتے ہیں اور حضرت علیؓ اس میں دوسرے صحابہ کے شریک رہے اس شرکت پر ایک قصہ یاد آ گیا کہ ایک جاہل شیعی نے مسجد کے محراب پر لکھا دیکھا۔

چراغ و مسجد و محراب و ممبر ☆ ابوبکر و عمر و عثمان و حیدر

غصہ میں آ کر کہا کہ ہم تو تمہاری وجہ سے لڑتے پھرتے ہیں اور تم کو جب دیکھتے ہیں ان ہی کے ساتھ بیٹھا دیکھتے ہیں یہ کہہ کہ غصہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام مبارک کو چھری سے چھیل ڈالا۔

ملفوظ ۳۷۸: حضرت علیؓ کے ساتھ کرم اللہ وجہہٗ لکھنے کی وجہ

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہہ کیوں مخصوص ہے فرمایا کہ عمر بن عبدالعزیز نے جو عمر ثانی سے ملقب ہیں یہ صیغہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کے نام کے ساتھ شائع کرایا تھا اسلئے کہ خوارج آپ کے نام کے ساتھ سود اللہ وجہہٗ کہا کرتے تھے یہ میں نے بعض اہل علم سے سنا ہے۔

۲۱ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ملفوظ ۳۷۹: حسین بن منصور حلاج پر غلبۂ حال

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت غلام احمد قادیانی کو نبوت کا دعویٰ کرتے ہوئے ذرا بھی تو خیال نہیں ہوا کہ میری عاقبت خراب ہوگی خدا کو کیا منہ دکھلاؤں گا فرمایا کہ آپ تو نبوت کے دعوے پر اس قدر تعجب کر رہے ہیں لوگوں نے خدائی کے دعوے کئے ہیں مگر حسین بن منصور پر شبہ نہ کیا جائے کہ انہوں نے انا الحق میں خدائی کا دعوٰے کیا کیونکہ ان پر ایک حالت تھی ورنہ وہ عبدیت کے بھی معترف تھے چنانچہ وہ نماز بھی پڑھتے تھے کسی نے پوچھا کہ جب تم خدا ہو نماز کس کی پڑھتے ہو؟ جواب دیا کہ میری دو حیثیتیں ہیں ایک ظاہر اور ایک باطن۔ میرا ظاہر میرے باطن کو سجدہ کرتا ہے یہ بھی رمزِ غامض ہے۔

﴿یہی ہے جس نے کسی کا (یعنی میرا) خون پی لیا ہے اور دل اڑا لیا ہے اگر کسی کو تاب نظارہ ہے تو ذرا اس کی طرف دیکھ کر دیکھو۔ (اس کا گویا ترجمہ مومن خاں مرحوم نے بھی خوب کیا ہے کہتے ہیں اے ناصحو! آ ہی گیا وہ فتنہ ایام۔ لو ہم کو تو کہتے تھے بھلا اب تم ہی دل کو تھام لو)﴾۔

میں اس شعر کو فذلک الذی لمتننی فیه کی تفسیر میں پڑھا کرتا ہوں۔

ملفوظ ۲۸۶: ظہور اور حلول میں فرق

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ظہور و حلول میں کیا فرق ہے فرمایا جیسے صورت کا عکس کہ آئینہ میں اس کا ظہور ہے نہ کہ حلول باطل انسانی (انسان کا سایہ) کہ انسان کا ایک ظہور ہے انسان اس میں حلول کئے ہوئے نہیں۔ صوفیہ کی ایسی مثالوں سے نادانوں کو شبہ حلول کا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے مولانا اس سے تبریہ فرماتے ہیں کہ وہ اس مثال سے بھی بالاتر ہے۔

اے بروں از وہم وقال وقیل من ☆ خاک برفرق من وتمثیل من

بندہ نشکیبد زتصویر خوشت ☆ ہردمت گوید کہ جانم مفرشت

﴿(حضرت مولانا رومیؒ اوپر سے بعض تمثیلات سے حق تعالیٰ کی بعض شانوں کو بیان فرما رہے ہیں مگر چونکہ مثالوں سے پوری حقیقت کا انکشاف نہیں ہو سکتا اس لئے فرماتے ہیں) کہ اے (مراد حق تعالیٰ) وہ ذات جو میرے وہم وگمان اور قیل وقال سے بالاتر ہے (صرف مثالوں سے تیری معرفت کرانا ممکن نہیں لہٰذا) مجھ پر اور میری تمثیلات خاک میں ملا دینے کے قابل ہیں۔ (مگر چونکہ) بندہ کو آپ کی تصویر خوش کو دیکھے بغیر صبر نہیں آتا) اور ہر دم اپنی جان آپ پر قربان کرنا چاہتا ہے (تو تقریب فہم کیلئے کچھ مثالیں عرض کی ہیں)﴾۔

ملفوظ ۲۸۷: یہ بے پردگی کے حامی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے خوب کہا کہ جتنے لوگ بے پردگی کے حامی ہیں سب میں دو چیزیں مشترک ہیں بے حیائی اور عیاشی۔ واقعی ایسے ہی لوگ بے پردگی کے حامی بنے ہوئے ہیں۔ جن کو دین سے بے تعلقی ہے لیکن اگر ان میں دین نہیں تب بھی آخر غیرت بھی تو کوئی چیز ہے۔

شامل فرمالیا اِس قصہ کو نقل فرماکر حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا "مجھے بھی کچھ آتا جاتا نہیں ہے لوگون کو توبہ کرادیا کرتا ہون کہ یہی وسیلہ میری نجات کا ہو"۔

ایک روز حضرت مولانا خلیل احمد صاحب زید مجدہ نے دریافت کیا کہ حضرت یہ حافظ لطافت علی عرف حافظ مینڈھو شیخ پوری کیسے شخص تھے حضرت نے فرمایا "پکا کافر تھا" اور اسکے بعد مسکراکر ارشاد فرمایا کہ "ضامن علی جلال آبادی تو توحید ہی مین غرق تھے"۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ ضامن علی جلال آبادی کی سہارنپور مین بہت رنڈیان مرید تھین ایکبار یہ سہارنپور مین کسی رنڈی کے مکان پر ٹھیرے ہوئے تھے سب مریدنیان اپنے میان صاحب کی زیارت کیلئے حاضر ہوئین مگر ایک رنڈی نہین آئی میان صاحب بولے کہ فلانی کیون نہین آئی رنڈیون نے جواب دیا "میان صاحب ہم نے اُس سے بہتیرا کہا کہ چل میان صاحب کی زیارت کو اُس نے کہا مین بہت گناہگار ہون اور بہت روسیاہ ہون میان صاحب کو کیا منہ دکھاؤن مین زیارت کے قابل نہین" میان صاحب نے کہا نہین جی تم اُسے ہمارے پاس ضرور لانا چنانچہ رنڈیان اُسے لیکر آئین جب وہ سامنے آئی تو میان صاحب نے پوچھا "بی تم کیون نہین آئی تھین؟" اُس نے کہا حضرت روسیاہی کی وجہ سے زیارت کو آتی ہوئی شرماتی ہون۔ میان صاحب بولے "بی تم شرماتی کیون ہو کرنے والا کون اور کرانے والا کون وہ تو وہی ہے" رنڈی یہ سنکر آگ ہو گئی اور خفا ہو کر کہا لاحول ولا قوۃ اگرچہ مین سیاہ و گنہگار ہون مگر ایسے پیر کے منہ پر پیشاب بھی نہین کرتی"۔ میان صاحب تو شرمندہ ہو کر سرنگون رہ گئے اور وہ اُٹھکر چلدی۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ ایک ملحد کے سامنے سے تین شخص گزرے پہلا تو خاموش اور تیز رفتاری کے ساتھ لپکا چلا گیا ملحد کی طرف منہ پھیر کر بھی نہ دیکھا اور دوسرا شخص آہستہ آہستہ سامنے کو نکلا مگر چلا گیا کچھ بولا نہین اور تیسرا شخص ملحد کی تردید کے درپے ہو گیا اور کھڑا ہو کر لگا کہنے تو فاسق ہے اور ایسا ہے ویسا ہے ملحد نے کہا یہ تیسرا شخص تو یقیناً میرا ہو لیا پنجہ سے نکلنا محال ہے اور دوسرا بھی غالب ہے کہ قابو مین آجائے مگر پہلا سالم بچ نکلا اور کورا گیا۔

ایک دن رسول شاہی فقیرون کا تذکرہ تھا حضرت امام ربانی نے فرمایا رسول شاہ الور کا باشندہ ایک فقیر تھا اگرچہ احکام شرع کا پابند تھا مگر شراب پیا کرتا تھا اور شاید اسکی وجہ ہوگی کہ اُس نے اپنی جہالت سے

اس پر طعن کیا جائے ماموں صاحب میں یہ بات خاص تھی کہ تارک الدنیا سے ان کو عشق کا درجہ ہوتا تھا یہ اس وقت کے بدعتیوں کی حالت تھی اب تو نہایت ہی بد دین ہیں دلوں میں اہل علم سے بغض و عداوت ہے شب و روز فسق و فجور میں مبتلاء ہے امرد پرستی تو ان کی مثل شیر شکر کے ہے الاماشاءاللہ۔

فطری باتیں دل کو اچھی لگتی ہیں:

(ملفوظ ۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو چیزیں فطری ہیں ان میں تعلیم کی ضرورت نہیں دیکھ لیجئے بچوں کی باتیں اور اُن کی حرکات کیسی پیاری معلوم ہوتی ہیں جو بات بھی ہوتی ہے بے ساختہ اور بے تکلف ہوتی ہے اس لئے کہ فطری بات ہے بناوٹ کا ذرا نام نہیں ہوتا یہ تو بڑے ہو کر بگڑتے ہیں خدا معلوم کہ کیا زہر مل جاتا ہے ایک بچہ کو میں نے چھیڑا اس نے کوسا اللہ کرے بڑے ابا مر جائیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ تو خوش ہوگا کہ میں نے بہت بڑی بد دعاء کی حالانکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی مسافر اپنے گھر سے نکل کر بھٹکتا پھرتا ہو اور اس کو کوئی کہے کہ خدا کرے تو اپنے گھر چلا جا یہ تیری بد دعاء ایسی ہی ہے خیر یہ تو جو کچھ بھی سہی اس وقت اس کا بے ساختہ یہ کہنا ایسا پیارا معلوم ہوا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔

حکایت حضرت بایزید بسطامی:

(ملفوظ ۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے جاہل صوفی نہایت ہی بد دین ہیں ان کا صرف ایک کام رہ گیا ہے وہ یہ کہ امردوں اور عورتوں سے اختلاط بس یہ ہی ان کا تصوف رہ گیا ہے مراقبہ ہے تو اسی کا مکاشفہ ہے تو اسی کا استغراق ہے تو اسی کا یہ لوگ تو فاسق و فاجر ہیں اور پہلے لوگ بھی بدعتی تھے مگر بد دین نہ تھے یہ تو خلف کا حال تھا اور سلف تو دین کے عاشق تھے چنانچہ حضرت بایزید بسطامی کا واقعہ مثنوی کے دفتر چہارم کے نصف پر مذکور ہے کہ وہ سبحانی ما اعظم شانی کہہ دیتے تھے مریدوں نے ایک روز کہا یہ آپ کیا کہتے ہیں فرمایا کہ اگر اب کی مرتبہ کہوں تو مجھ کو چھریوں سے مار دینا مرید بھی ایسے نہ تھے جیسے آج کل کے ہیں چھریاں لے کر تیار ہو گئے ان سے غلبہ حال میں پھر وہی کلمہ نکلا کلمہ کا نکلنا تھا کہ چہار طرف سے مریدوں نے مارنا شروع کیا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو تو ایک زخم بھی نہ آیا اور مریدین تمام اپنی ہی چھریوں سے زخمی ہو گئے مولانا اس کا راز فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہیں کہتے تھے ایسے لوگ صاحب حال گذرے ہیں جن کی حالت

عشاء کے بعد پھر یہی مضمون شروع کر دیا اور حکیم عبدالسلام نہایت شوق سے اس مضمون کو سنتے اور ''بجا ہے حضور' بجا ہے حضور'' کہتے رہے۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ رات بہت گزر گئی تو میں نے اشارے سے حکیم عبدالسلام سے کہا کہ اب اٹھ چلو۔ مگر وہ نہیں اٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے پھر کہا۔ پھر بھی نہ اٹھے۔ جب بارہ بج گئے تب میں نے زور سے کہا کہ حکیم صاحب اٹھیے۔ بہت دیر ہوگئی۔ اور اب مولانا کو آرام کر نے دیجئے۔ تب حکیم عبدالسلام اٹھے اور تقریر ختم ہوئی۔ مولانا کو کھانسی کا مرض تھا مگر آج ایسا اتفاق ہوا کہ اثنائے تقریر میں ایک مرتبہ بھی کھانسی نہ ہوئی۔ اور تقریر کی برجستگی میں ذرا بھی خلل نہ آیا۔ اب تو حکیم صاحب مولانا کے نہایت معتقد ہو گئے۔ اور وہاں سے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے اٹھے۔ مجھے ان کی حالت تو معلوم ہوگئی مگر میں نے ان سے کچھ نہیں کہا۔ صبح کے وقت حکیم عبدالسلام اور ہم سب روانہ ہو گئے۔ حکیم صاحب کو پہنچانے کے لیے مولوی محمود الحسن صاحب' حافظ احمد' مولوی عبدالکریم اور دوسرے اشخاص اسٹیشن تک آئے اسٹیشن پر پہنچ کر میں نے حکیم عبدالسلام کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور میں نے کہا پرسوں جو کچھ آپ نے محمد خان سے فرمایا تھا وہ میں سن چکا ہوں۔ اب فرمائیے کہ آپ نے مولانا کو کیسا پایا۔ اس پر حکیم صاحب نے فرمایا۔ اس کا جواب ایک قصہ پر موقوف ہے۔ پہلے وہ قصہ سن لو۔ قصہ یہ ہے کہ باوجود نقشبندی مجددی ہونے کے اور باوجود شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ غلام علی صاحب سے مستفید ہونے کے میرے والد کے اندر چشتیت بہت غالب تھی۔ حالانکہ وہ کسی چشتی سے مستفید نہ ہوئے تھے۔ اور اس بنا پر ان کی یہ کیفیت تھی کہ جس جگہ یہ سنتے تھے کہ وہاں فلاں شے خوب صورت ہے تو سفر کر کے اسے دیکھنے جاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ انہیں معلوم ہوا کہ جے پور میں کوئی تصویر بہت حسین ہے' پس وہ اسے دیکھنے کے لیے جے پور روانہ ہو گئے۔ اور جا کر اسے دیکھ آئے۔ حالانکہ یہ سفر بہت لمبا ہے۔ بالخصوص اس زمانہ کے لحاظ سے۔ اسی طرح ان کو معلوم ہوا کہ لکھنؤ سے بہت دور مقام پر کسی کے یہاں ہانسی حصار سے کوئی اونٹنی آئی ہے جو بہت خوبصورت ہے۔ یہ سن کر اس اونٹنی کو دیکھنے روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر اس اونٹنی کو دیکھا۔ اور اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اس کا سر جھکایا اور اس کی

پیشانی پر بوسہ دے کر فرمایا کہ کہاں ظہور فرمایا ہے غرض یہ ان کی حالت تھی۔ اب سنو کہ لکھنؤ کے اطراف میں ایک مقام پر ایک عالم رہتے تھے۔ وہ ایک لڑکے پر عاشق تھے اور اس کو بہت محبت سے پڑھاتے تھے۔ جب والد صاحب کو اس کے حسن کا قصہ معلوم ہوا تو وہ حسب عادت اسے دیکھنے چل دیئے۔ جس مسجد میں وہ رہتے تھے اس کے جنوب میں ایک سہ دری تھی اور اس سہ دری کے اندر جانب غروب ایک کوٹھڑی تھی اور اس کوٹھڑی کے آگے شمالاً اور جنوباً ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ جس وقت والد صاحب پہنچے ہیں تو اس وقت لڑکا کوٹھڑی کے اندر تھا۔ اور وہ عالم اس چارپائی سے کمر لگائے ہوئے اور کوٹھڑی کی طرف پشت کیے ہوئے بیٹھے تھے۔ والد صاحب اسباب رکھ کر ان عالم سے مصافحہ کرنے لگے جب یہ سہ دری میں پہنچے ہیں تو وہ لڑکا ان کو دیکھ کر کوٹھڑی میں سے نکلا۔ والد صاحب نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے تھے کہ ان کی نظر اس لڑکے پر پڑ گئی جس سے مصافحہ تو رہ گیا اور والد صاحب اس لڑکے کو دیکھنے میں مستغرق ہو گئے ان عالم نے جب یہ دیکھا کہ یہ مصافحہ کرنا چاہتے تھے، مگر مصافحہ نہیں کر سکے تو انہوں نے منہ پھیر کر اپنے پیچھے دیکھا تو ان کو معلوم ہوا کہ لڑکا کھڑا ہے۔ اور یہ اس کے دیکھنے میں مصروف ہیں جب ان کو معلوم ہوا کہ یہ حضرت بھی ہمارے ہم رنگ معلوم ہوتے ہیں تو انہوں نے اس لڑکے کو آواز دی اور کہا کہ ان صاحب سے مصافحہ کرو۔ وہ لڑکا آیا اور اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اس وقت ان عالم صاحب نے یہ شعر پڑھا۔

این ست کہ خوں خوردہٗ و دل بردہ بسے را
بسم اللہ اگر تابِ نظر ہست کسے را

یہ قصہ تو ختم ہوا اب سنو۔ میری آرزو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اتنی قوت دے کہ میں مرزا حسن علی محدث کو اور اپنے باپ کو اور مولوی اسمٰعیل صاحب کو اور فلاں فلاں کو قبروں میں سے زندہ کر کے لاؤں اور ان کو مولانا کی تقریر سنواؤں اور اس شعر کو یوں پڑھوں۔

این ست کہ خوں خوردہ و دل بردہ بسے را